وادی کشمیر میں اردو شاعری۔ اشہر اشرف کی شاعری کے حوالے سے

عابدہ گُلزار۔۔ریسرچ اسکالر، سنرائز یونیورسٹی الور راجاستھان
ڈاکٹر سید آصفیہ سید زکریا۔پروفیسر سنرائز یونیورسٹی الور راجستھان

تعارف

جموں و کشمیر میں اردو زبان انیسوی صدی کے نصف آخر میں اس وقت متعارف ہو ئی جب یہاں پر ڈوگروں کی حکمرانی تھی۔ باشندگانِ کشمیر چونکہ فارسی زبان سے پہلے سے واقف تھے جو لسانی اعتبار سے اردو کے قریب ہے لہٰذا اردو زبان سیکھنے میں کشمیریوں کو زیادیہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اور یہاں کے لوگ کھلے دل سے اس زبان کی آبیاری اس حد تک کرنے لگے کہ ۹۸۸۱ ؁ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے زمانے میں اس زبان کی مقبولیت کے پیشِ نظر اسے یہاں کی سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا اور اس طرح یہ زبان پہلے تو عدالتوں اور تعلیمی اداروں میں رائج ہوئی اور رفتہ رفتہ جموں و کشمیر سے اردو اخبارات شائع ہونے لگے اور یہاں اردو زبان میں تصنیف تالیف کا کا م بھی شروع ہوا یہاں کے مقامی شعرا اور ادباء نے اپنے جزبات،خیالات اور احساسات دوسروں تک پہنچانے کے لئے اردو زبان کا سہارا لیا اور یہاں باقائدہ طور پر اردو شعر و ادب کا آغاز ہوا اس طرح ۷۴۹۱ ؁ء سے پہلے ہی اردو شعرا کی ایک اچھی خاصی تعداد سامنے آئی جن میں کشن سمیل پوری،ہدایت اللہ فوق،رساجاودانی،اللہ رکھا ساغر، شہہ زور کاشمیری، میر غلام رسول نازکی،،دینا ناتھ نادم،طاوس، بلبل کاشمیری وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان شعرا کا کلام تقسیم ہند سے پہلے کی مختلف جرائد میں چھپنے لگا اس زمانے میں برصغیر میں اٹھنے والی تحریکات اور رجحانات کا اثر ان شعرا کے کلام میں واضح نظر آتا ہے کئی شعرا کے شعری مجموعے بھی شائع ہوچکے تھے جن میں کشنسمیل پوری کا فردوسِ وطن، رسا جاودانی کا نیرنگ غزل اور نظم ثریا، غ۔م۔طاوس کا موج موج، بلبل کاشمیری کا خندہ گل، اہم ہیں جموں و کشمیر میں اودو شاعری کی روایت کو مستحکم بنان۔

فہرست

وادی کشمیر ادبی لحاظ سے بڑی زرخیر ہے کہ اس وادی سے تعلق رکھنے والے نامی گرامی شعراء گزرے ہیں۔میر کمال الدین حسین اندرابی رسوا سے لے کر ہرگوپال خستہ تک، رسا جاودانی سے لے کر غلام رسول نازکی تک، شہہ زور سے حامدی تک، حیکم منظور ہو یا فاروق نازکی، رفیق راز ہو یا ہمدم کاشمیری یہ شعراء نہ صرف کشمیر کی ادبی فضا پر چھائے رہے بلکہ برصغیر کے ادبی حلقوں میں بھی خوب جانے پہچاننے جاتے ہیں۔ ان شعراء کے یہاں موضوعاتی تنوع،جدید حثیت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کا لطف بھی موجود ہے۔انہوں نے اپنے تجربات،حوادثات،جذبات اور احساسات کو قارئین تک پہنچا کر ایک وسیع حلقے کو اپنا شیدائی بنانا ہے جو آسان نہیں۔ایسے شعراء جو بنا غرض اور فن برائے فن کی شاعری کو پروان چڑھا رہے ہیں ان شعراء کو نہ صلح کی تمنا ہوتی ہے نہ شہرت کی پرواہ۔ یہ گمنام ہوکر بھی اپنا کام جاری و ساری رکھتے ہیں۔ دبستان کشمیر کے ایسے ہی نوع بنوع شعراء میں ایک نام "اشہر اشرف" کا ہے۔ جو اشہر ہوکر بھی غیر معروف ہی رہے۔

چُنیدہ شاعر کی زندگی اور اُن کی شاعری کا رحجان

اشہر کا تعلق کشمیر کے ایک خوبصورت اور ادبی حوالے سے زرخیز ضلع بارہمولہ کے دولت پورہ پائین گاؤں سے ہے۔ان کا اصل نام محمد اشرف میر ہے اور اشہر تخلص جو کہ ڈاکٹر الطاف انجم کے کہنے پر اختیار کیا۔ان کے والد کا نام غلام احمد میر تھا۔جو محکمہ بجلی میں ملازم تھے۔اشہر ۵۱ اپریل ۲۸۹۱ ؁ ء میں پیدا ہوئے۔بچپن سے ہی طبیعت کا میلان شعر و شاعری کی طرف تھا۔ اشہر کا شاعری میں کوئی باقاعدہ استاد نہیں ہے۔اشہر جناب شکیل جے پوری صاحب کو استاد سے کم نہیں مانتے کہ ان سے کبھی کبھار شاعری اور عروض پر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔اشہر کا خاص میدان غزل ہے اور وہ غزل کی روایاتسے پوری طرح آگاہ ہیں۔انہوں نے اپنی غزلوں کے ذریعے روایت شکنی نہ کی، بلکہ اپنے منفرد شعری اسلوب،بے ساختہ پن اور لہجے کی انفرادیت سے اپنی ایک الگ راہ نکالی۔جس طرح ان کا لہجہ ذاتی اور منفرد نوعیت کا ہے اسی طرح ان کے خیالات اور مشاہدات بھی ذاتی اور منفرد نوعیت کے ہیں۔ یہ روایات سے منحرف نہیں لیکن غزل کے ذریعے عشق و عاشقی اور گل و بلبل کے تذکرے نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہر عہد کے اپنے الگ تقاضے اور اپنے مسائل ہوتے ہیں جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔لہٰذا تغیر و تبدل سے صنف کی مقبولیت جڑی ہوتی ہے اس لیے ان کے نزدیک غزل میں پیام کے ساتھ ساتھ احتجاج اور غم دوراں کی بھی عکاسی ہونی چاہیے۔ان ہی کاایک شعر یہاں قلمبندہے۔۔

پیام جو ہو غزل میں تو احتجاج بھی ہو
غم دوراں غم دنیا کا امتزاج بھی ہو

جذبات ہر انسان میں ہوتے ہیں۔شدت جذبات کو ابھارنا اور ناامیدی کے بجائے امید اور حوصلے کا سبق دینا اچھے فنکار کی نشانی ہے۔ اشہر نے اپنی شاعری کے ذریعے نرم اور شیریں لہجے میں امید اور حوصلے کی وکالت کی ہے۔وہ اس راز سے واقف نظر آتے ہیں کہ "ناامیدی کفر ہے"۔وہ نہ خود اس کے مرتکب ہوئے اور نہ ہی قاری کے جذبہ شوق،جستجو اور لگن کو ٹھنڈا پڑنے دیتے ہیں۔ان کی شاعری کو پڑھ کر حوصلے ٹھنڈے نہیں پڑتے بلکہ زندگی میں ایک نئی رمق،ایک نیا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ان کی شاعری جوانوں کو ہی کوشش اور حوصلے کا سبق نہیں دیتی بلکہ ہر عمر کے قارئیں کے لیے ان کی شاعری نشاط امید کی شاعری ہے غم اور مغلوب غم کی شاعری نہیں جو ناامیدی اور یاس کی کیفیت کو ابھارتی ہے۔کھٹن سفر کے باوجود ان کی شاعری چلنے کا حوصلہ، ہمت اور جذبے کو ابھارتی ہے، دار پر مسکرا کر یہ ہواؤں کا رخ تبدیل کرنی کی قوت رکھتی ہے۔ مظالم سے گبھرانے کا درس نہیں دیتی بلکہ سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے کا سبق دیتی ہے کہ تیرے ہاتھوں میں قوم کی آبرو ہے۔ان کے یہ اشعار دیکھیں۔

ے طلوع نو کوئی مژدہ ہمیں سنائے گا
چمن میں پھر وہی موسم حسین آئے گا
ے سفر کھٹن ہے تو کیا غم ہے سفر ہی تو ہے
سنبھل سنبھل کے چلو گے تو کٹ ہی جائے گا
ے دار پر بھی سدا مسکرائے ہم
رخ ہواؤں کا بھی موڑ آئے ہم
ے ہم مظالم سے اگر گھبرائیں گے
دفعتا بے موت مارے جائے گے

ان کی شاعری ظلم کے خلاف ڈٹے رہنے کا سبق اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے اگر زمانے سے ٹکر لینا پڑے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے کا درس دیتی ہے۔ان کے خیال میں اپنے حق کی خاطر آواز اٹھانی چاہیے بہتر یہ ہے کہ طوفان اٹھایا جائے۔

ے حق نہ مل جائے تو طوفان اٹھایا جائے
ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکایا جائے

زندگی ان کی شاعری کو پڑھنے والا ناامیدی کو چھوڑ کر امید، حوصلے اور مسلسل کوشش کا سبق حاصل کرتا ہے۔ سے بیزار نہیں ہوتا بلکہ کچھ کرنے کی امنگ اور دنیا پر چھا جانے کی ہمت اس میں پیدا ہوتی ہے۔حوصلے اور جذبے کا جمال ان کی شاعری میں در آیا ہے۔

ہر شاعر کی سوچ، فکر،احساسات،جذبات اور زاویے نگاہ الگ اور منفرد ہوتے ہیں۔شاعر تک ہے کہ وہ کس چیز کو کس نگاہ اور زاویے سے دیکھتا ہے۔بعض شعراء اپنی ذات کو شاعری کا موضوع بناتے ہیں تو بعض آس پاس کے حالات، اپنے عہد میں ہونے والے مظالم اور ناانصافیوں، سماجی برائیوں اور انسانی خصلتوں کو موضوع بناتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی بھی تخلیق فنکار کے ذاتی تجربات،مشاہدات،احساسات اور جذبات سے مبرا نہیں ہوتی۔نجی ذاتی زندگی ہو یا حالات،ماحول اور اپنے عہد کی سماجی، سیاسی، اور طرز معاشرت تخلیق پر اثر پذیر ہوتے ہیں۔ اجتماعی زندگی دونوں کی جھلکیاں شعراء کی تخلیقات میں ملتی ہیں۔اشہر اپنے اردگرد کے ماحول اور حالات سے بے خبر نہیں۔انہوں نے کشمیر کے خوبصورت اور دلکش مناظر کو موضوع بنانے کے بجائے یہاں کی عوام پرہورہی ظلم و زیادتیوں کو موضوع سخن بنایا۔ان کی شاعری احتجاجی اور ظلم و ظالم کے خلاف بغاوت کا علم لی ہوئی ہے۔ یہ اپنے زمانے کی آسیبی قوتوں سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ان کی شاعری ظلم و ستم کے خلاف احتجاج اور تاریکی کے بعد روشنی کی نوید سناتی ہے۔چونکہ کشمیر سے تعلق ہے اس لیے یہاں کے درد وکرب، ظلم و ستم، ویرانی، جبر،بدامنی،بے چینی، پابندیوں اور قدغنوں اور استحصال کی عکاسی اپنی غزلوں میں کرتے ہیں۔

ے کسی سے حال دل اپنا سنانے پر ہے پابندی
کسی کو یاں شریک غم بنانے پر ہے پابندی
خوشی کی بات کرتے ہو عجب ہی بات کرتے ہو
یہاں ماتم پر اشک بہانے پر ہے پابندی
ے ظلم اتنا بڑ گیا ہے وادی میں
کربلا ہر دن نیا سجتا رہا
یہ چمن میرا سدا جلتا رہا
ظلم گلچیں پھولوں پر ڈھاتا رہا

اشہر اشرف کی کُچھ شاعری کے الفاظ

جن لوگوں کو کشمیر خوبصورت،دلکش اور یہاں کے نظارے جنت کا نمونہ لگتے ہیں ان کو اشہر اپنے شاعری کے ذریعے یہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے آنکھوں سے یہاں کا حال دیکھیں۔یہاں کے جلتے گھر اور اجڑی بستیاں،روتی مائیں اور بلکتے بچے غرض یہاں کی ویرانی اور بربادی کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں

وادی کا حال یہاں آکر دیکھیے
جلتے گھر اور ویراں مکاں دیکھے
چار سو خالی جلتی ہوئی بستیاں
میری جنت میں خالی دھواں دیکھے
روتی مائیں بلکتے ہوئے بچے ہیں
ہر طرف ظلم برپا جہاں دیکھے

کوئی بھی شاعر ہو اُس کی شاعری میں محبوب، عاشقانہ مضامین، محبوب سے ملنا، اپنے محوب سے محبت اور میل جول کی عکاسی ہوتی ہے۔ شاعر جب محبت کی شاعری میں اُترا تھا تو کُچھ شعراء کی شاعری میں اُن کی زندگی کے حوقیقی زندگی لگنے لگی اور بعض شعراء کی خیالی شاعری محبت۔ باقی شعراء کی طرح اشہر بھی محبت کی شاعری میں اُترتے ہی شاعری کا جزبہ اور بڑھتا گیا۔ اُن کی محبت بھری شاعری میں لگتا ہے کہ حقیقی زندگی بیان ہورہی ہے۔ اُن کی شاعری میں تمام کیفیات کی عکاسی ملتی ہے جیسے قلبی واردات، ذہنی اضطراب، دل کے جذبات اور معشوقہ کی خوبصورتی کا انداز وغیرہ وغیرہ۔ کُچھ شاعری کے بند یہاں پیش کرکے اُن کی محبوبانہ شاعری کا لطف دیکھیں:

ملا حظہ ہوں ے

تیر ی آمد کی جب سے ہوئی ہے خبر
پھولوں راہوں میں تیری بچھائے ہیں ہم
دشت صحرا کو گھر بنائے ہیں ہم

عشق میں اپنا سب کُچھ لُٹائیں ہیں ہم

اب یہ محرابیں یہ دیواریں یہ در اچھا لگا
آپ کے آنے سے مُجھ کو اپنا گھر اچھا لگا
محبت سے میں دل لگا کر سنوں گا

کبھی حالِ دِل تُم سُناکر تو دیکھو

حواشی

ڈاکٹر ایس ایم ناز، تصویرکشمیر،(لاہور:مقبول اکیڈمی،۲۰۰۰)،ص۲۱۲
طاؤس بانہالی، للہ عارفہ،(اسلام آباد:لوک ورثہ اشاعت گھر، س ن)،۶۴
پروفیسرعبدالقادرسروری، کشمیر میں اردو،(سری نگر:جموں اینڈ کشمیر کلچراکیڈمی،۱۸۹۱ء) ص۳۱۳
ڈاکٹر محمد صابر آفاقی، اقبال اور کشمیر،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۷۷۹۱ء)،ص۳۴
کلیم اختر، اقبال اور مشاہیرکشمیر،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۷۷۹۱ء)،ص۱۲۶
ڈاکٹرمحمد اقبال، کلیاتِ اقبال،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۷۷۹۱ء)،ص۱۷۱
کلیم اختر، اقبال اور مشاہیرکشمیر، ص۱۵۵
ڈاکٹرایس ایم یوسف بخاری، انتخابِ کلامِ مہجور،(لاہور:کاشرکلچراکیڈمی پاکستان،۸۸۹۱ء)،ص۷۲

اختر، کلیم، اقبال اور مشاہیرکشمیر،لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۷۷۹۱ء
اقبال، محمد، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،۷۷۹۱ء
بانہالی، طاؤس، للہ عارفہ، اسلام آباد:لوک ورثہ اشاعت گھر، س ن
بخاری، ایس ایم یوسف، ڈاکٹر، انتخابِ کلامِ مہجور، لاہور:کاشرکلچراکیڈمی پاکستان،۸۸۹۱ء
سرور، آلِ احمد، پروفیسر، مقدمہ جوش جنوں، مصنف شوریدہ کاشمیری، سری نگر:کاروان علم وادب،۰۸۹۱ء
سروری، عبدالقادر، پروفیسر، کشمیر میں اردو، سری نگر:جموں اینڈ کشمیر کلچراکیڈمی،۱۸۹۱ء
کاشمیری، حامدی، پروفیسر، ریاست جموں وکشمیر میں اردو ادب، سری نگر:گلشن پبلشرز،۱۹۹۱ء
کاشمیری، شوریدہ، جوش جنوں، سری نگر:کاروان علم وادب،۰۸۹۱ء